ضیاء الدین لاہوری: ایک سرسید شناس

مجاہد حسین
پی ایچ ڈی سکالر (اردو)
شعبہ اردو، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ZIAUDDIN LAHORI: A SIR SYED SCHOLAR

Mujahid Husain
PhD Scholar (Urdu)
Department of Urdu, University of the Punjab, Lahore

Abstract

Ziauddin Lahori is an established researcher of Urdu. He dedicated his research around the literary services of Sir Syed Ahmed Khan. Unluckily, the genius of Sir Syed Ahmad Khan has not been met justice by his nation. Either he was elevated to sainthood or was rejected in strictest terms. Ziauddin Lahori tried to portray Sir Syed Ahmad Khan as he was in light of his literary renditions. The article is a reviewal study of the books by Ziauddin Lahori on Sir Syed Ahmad Khan.

Keywords:
Sir Syed Ahmad Khan, Subcontinent, India Office Library, Lahore, British Raj, Ziauddin Lahori

سر سید شناسی کی روایت کا جائزہ لیں تو ہمیں تین طبقے دکھائی دیتے ہیں۔ایک وہ طبقہ جس نے سرسید کی ان کے مذہبی وسیاسی نظریات کی بنا پر مخالفت کی ، دوسرا وہ طبقہ جس نے سرسید کے افکار ونظریات اوران کے کارناموں کی تحسین کی اور تیسرا وہ طبقہ جس نے معتدل رویہ اختیار کرتے ہوئے سرسید کے بعض افکار کی حمایت اور بعض کی مخالفت کی۔سرسید کے حوالے سے لکھنے والوں کے ہاں ایسے تضادات سامنے آتے ہیں کہ قاری مشکل میں پڑجاتا ہے کہ کس کی بات پر یقین کرے اور کس کی بات کو رد کرے، کس بات کو مبنی بر حقائق تصور کرے اور کسے جھوٹ کا پلندہ قرار دے۔اس صورتحال میں ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی محقق عقیدت وتعصب کی عینک اتار کر غیر جانبداری سے سرسید کے اصل افکار وخیالات کو قارئین کے سامنے پیش کرے تاکہ قاری پر اصل صورتحال واضح ہو،مزید یہ کہ قاری اصل مواد کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے قائم کرنے کے قابل ہو سکے۔

سرسید شناسی کے سلسلے میں جہاں حمایت ومخالفت میں لکھنے والوں کی کثرت تھی اور ہر طرف دو مخصوص نظریات کی حکمرانی تھی اِن حالات میں ضیاءالدین لاہوری نے میدانِ تحقیق میں قدم رکھا۔انھوں نے سرسید کی شخصیت ،ان کے کارناموں اوران کے افکار وخیالات سے متعلق حقائق جمع کرنے اوران کے حق اور مخالفت میں لکھے جانے والے مواد کی جمع آوری میں کئی دہائیاں صرف کیں۔انھوں نے اپنی بہترین دماغی اور جسمانی صلاحیتیں سرسید کی شخصیت'ان کے افکار اوران کی حمایت اور مخالفت پر لکھی جانے والی تحریروں پر تحقیق میں صرف کیں۔

ضیاءالدین لاہوری نے کسی مخصوص طبقے کے خیالات کو من وعن قبول نہیں کیا بلکہ انھوں نے حقائق کی کھوج اور جستجو کے راستے کا انتخاب کیا۔یہ کام آسان نہ تھا کیونکہ متعلقہ موضوع سے متعلق مواد ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کے مختلف کتب خانوں میں بکھرا پڑا تھا اور کسی کو یہ خبر بھی نہ تھی کہ کہاں کون سا مواد موجود ہے۔ضیاءالدین لاہوری نے اِن اجزائے پریشاں کو بڑی تلاش وجستجو کے بعد اکٹھا کیا اور پھر بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس مواد کا جائزہ لیا اور اپنی تحقیقی کتب کو منظرِ عام پر لائے۔انھوں نے سرسید کے اصل خیالات ونظریات کو قارئین کے سامنے پیش کیا اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا کہ وہ سرسید کے خیالات ونظریات سے کیا نتیجہ اخذ کرتا ہے۔وہ قاری کے ذہن پر اپنے نظریات کو مسلط نہیں کرتے بلکہ حقائق قاری کے سامنے رکھ کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ضیاءالدین لاہوری نے تحقیق کا جوانداز اختیار کیا وہ زیادہ تر مبنی بر حقائق ہے۔انھوں نے سرسید کے افکار وخیالات کو سرسید کے اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے۔انھوں نے سرسید کے افکار وخیالات میں اپنے خیالات ونظریات کی آمیزش نہیں کی بلکہ جو تھا من وعن پیش کر دیا۔ان کی تحقیق قاری کو لفظوں کے گورکھ

دھندے میں نہیں الجھاتی بلکہ وہ آسان ترین الفاظ اور سیدھے سادے انداز میں حقائق قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ان کا حقائق کو پیش کرنے کا انداز ایسا ہے کہ قاری کسی قسم کی الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔قاری حقائق کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر آزادی سے اپنی رائے قائم کرتا ہے۔لاہوری صاحب نہ خود کسی پروپیگنڈے کا شکار ہوتے ہیں اور نہ قاری کے ساتھ یہ ظلم کرتے ہیں۔وہ تحقیق میں تقلیدی رویہ اختیار کرنے کی بجائے خود حقائق کی تہہ تک پہنچتے ہیں اور گوہر مقصود نکال لاتے ہیں۔وہ سرسید کی اپنی مطبوعہ تحریروں اور بیانات سے اپنی تحقیق کو معتبر بناتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادتوں کو رد کرنا آسان نہیں۔ان کی تمام کتب تحقیق کے عمدہ معیار پر پوری اترتی ہیں۔

ضیاءالدین لاہوری نے سرسید پر تحقیق میں اپنی عمرِ عزیز کا ایک طویل دور صرف کیا۔سرسید احمد خان کی شخصیت،ان کی تحریروں اور اقوال پر نصف درجن سے زائد کتب تحریر کیں۔اسی کے ساتھ ساتھ تقویم، رویتِ ہلال اور آخری مغلیہ دور کا ہندوستان ان کی تحقیق کے میدان ہیں۔انھوں نے انڈیا آفس، برٹش میوزیم، رائل ایشیاٹک سوسائٹی،لندن یونیورسٹی اور پاکستان وہندوستان کے معروف وغیر معروف علمی خزائن سے استفادہ کیا۔سینکڑوں کتب اور فائلوں کی ورق گردانی کے بعد انھوں نے ناقابلِ تردید حقائق پیش کیے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔انھوں نے سرسید کو اس انداز میں پیش کیا جیسا کہ وہ تھے۔ان کی تحریروں سے بعض لوگ یہ تاثر لیتے ہیں کہ وہ سرسید کے خلاف لکھ رہے ہیں حالاں کہ معاملہ اس سے مختلف ہے۔سرسید کے پرستاروں نے سرسید کی جو تصویر پیش کی وہ بہت حد تک حقائق کے برعکس تھی اور سرسید کو اس انداز میں پیش کیا گیا کہ وہ کوئی ملکوتی شخصیت تھے۔بہت سے ایسے بیانات ان کے نام سے منسلک کر دیے گئے جو سرسید نے کبھی نہ دیے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ باتیں لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوتی گئیں اور حافظے کا حصہ بنتی گئیں۔ضیاءالدین لاہوری نے اپنی تحقیق کے ذریعے اس طرح کی باتوں کا رد کیا اور سرسید کے اصل افکار کو قارئین کے سامنے پیش کیا۔سرسید کے ان افکار و خیالات کو قارئین کے سامنے پیش کیا جن کا پرچار سرسید عمر بھر کرتے رہے اور کبھی ان سے پیچھے نہیں ہٹے۔سرسید سچے آدمی تھے،وہ جو سوچتے تھے وہ کہتے تھے۔وہ اپنے نظریات کو گول مول انداز میں پیش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے خیالات کا اظہار صاف لفظوں میں برملا کرتے تھے۔ضیاءالدین لاہوری نے بھی سرسید کو ان کے اصل نظریات کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور گرد کی ان تہوں اور جالوں کو صاف کیا ہے جنھوں نے سرسید کے اصل افکار کو چھپایا ہوا تھا،ان پردوں کو چاک کر دیا ہے جو سرسید کے اصل افکار پر ڈال دیے گئے تھے۔ضیاءالدین لاہوری نے جو کچھ پیش کیا وہ مستند اور ناقابلِ تردید شہادتوں اور حوالوں کے ساتھ پیش کیا اس لیے ان کی تحقیق کی بنیاد ٹھوس حقائق پر ہے،محض سنی سنائی باتوں پر نہیں۔انھوں نے مدح سرائی اور قصیدہ گوئی

کے روایتی انداز سے ہٹ کر سرسید کی زندگی اور ان کے افکار پر روشنی ڈالی اور حیاتِ سرسید کے بہت سے ان پہلوؤں کو بھی سامنے لائے جنھیں مصلحت کوشوں نے ارادتاً بیان نہیں کیا تھا۔ یوں انھوں نے سرسید کی ذات کا ایک ہی رخ پیش کرنے کی بجائے سرسید کی مکمل ذات کو ان کے نظریات کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کا یہ اندازِ تحقیق، تحقیق کا ایک صحت مند رجحان ہے۔ لاہوری صاحب مصلحتوں کا شکار نہیں ہوئے اور انھوں نے تمام حقائق چن چن کر پیش کیے۔

ضیاءالدین لاہوری کی تحقیقی کتب تاویل و تفسیر بالرائے سے پاک ہیں۔ ان کی تحقیقی کتب انھیں محققینِ عصر میں ایک منفرد اور بلند مقام عطا کرتی ہیں۔ ان کی تحقیقی کتب نے سرسید کی شخصیت اور ان کے افکار کے حوالے سے نہ صرف بہت سے ابہام دور کیے بلکہ سرسید کی اصل شخصیت اور افکار بھی لوگوں کے سامنے پیش کیے۔ ان کی یہ کتب اپنے بلند تحقیقی معیار کی بنا پر نئے محققین کے لیے مشعلِ راہ ہیں اور انھیں تحقیق کے اعلیٰ معیار سے روشناس کرواتی ہیں۔

ضیاءالدین لاہوری ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء کو معراج الدین کے ہاں لاہور کے علاقہ گڑھی شاہو میں پیدا ہوئے۔ ضیاءالدین لاہوری کی شخصیت کے حوالے سے کئی اصحاب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی شخصیت اور عملی کارناموں کے حوالے سے اپنے تاثرات کو پروفیسر امجد علی شاکر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''ضیاءالدین لاہوری ایک سچے محقق ہیں۔ انھوں نے کسی ڈگری کے حصول کے لیے نہیں، حق جاننے، حق دیکھنے اور حق دکھانے کے لیے تحقیق کی ہے۔ ان کے تین بڑے موضوعات تھے، سرسید احمد خاں، تقویم رویتِ ہلال اور تاریخ۔ شاید تینوں میں ایک سنہری ربط بھی موجود ہے کیونکہ یہ تقویم کے ہی مظاہر ہیں جو کبھی ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی صورت میں نظر آئے، کبھی سرسید احمد خاں کی شکل میں۔ ضیاءالدین لاہوری نے معروضی طور پر سرسید احمد خاں کو دیکھا ہے اور کمال معروضیت سے انھیں لکھ بھی دیا ہے۔ انھوں نے درمیان میں بہت کم مداخلت کی ہے، یہی ان کا کمال ہے اور ہمارے عہد میں اس کا یقیناً ایک جواز بھی''۔(۱)

ضیاءالدین لاہوری کے بقول سرسید کے کردار کے دو رخ نظر آتے ہیں۔ یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے قطعی مختلف بلکہ متضاد ہیں۔ سرسید کے کردار کا ایک رخ تو وہ ہے جہاں انھیں ایک مثالی شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ سرسید ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، لہٰذا انھوں نے انگریزی حکومت کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے وقتی مصلحت کے تحت انگریزی حکومت سے تعاون کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ انھوں نے

علی گڑھ میں کالج قائم کیا تاکہ مسلمانانِ ہند اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر آزادی کی جنگ لڑنے کے قابل ہو سکیں۔ انھیں دو قومی نظریے کا موجد وبانی بھی قرار دیا گیا۔

ضیاء الدین لاہوری کے بقول سر سید کا اصل رنگ وروپ وہ ہے جو ان کی تحریروں، تقریروں، ان کے معاصرین کے بیانات، ان کے احباب کی تحریروں یا اس زمانے کے اخبارات، رسائل، سرکاری رپورٹس اور مراسلات کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ یہ وہ مواد ہے جو سامنے نہیں لایا جاتا جس کے باعث سر سید کی اصل تصویر پر پردہ پڑا رہا اور حقائق ماضی کی گرد میں چھپے رہے۔ اس سلسلے میں ضیاء الدین لاہوری کہتے ہیں:

"ایک سر سید وہ ہے جسے میں نے اور آپ نے نصابی ضرورتوں کے تحت کتابوں میں پڑھا اور نصاب سے متاثرہ مضمون نگاروں کے تراشے ہوئے ایک عظیم بُت کے روپ میں اُسے ذرائع ابلاغ میں ملاحظہ کیا۔ دوسرا سر سید وہ ہے جو اپنی اور اپنے رفقائے کار کی مطبوعہ تحریروں، تقریروں، سرکاری رپورٹوں اور پچھلی صدی کے اخبارات ورسائل اور جرائد کی فائلوں میں مجسم بالذات پایا جاتا ہے مگر ہماری آنکھوں سے بوجوہ اوجھل رکھا جاتا ہے۔"(۲)

ضیاء الدین لاہوری نے سر سید احمد خاں کی ذات، ان کی تحریروں، تقریروں، بیانات، خطبات اور متعلقہ مواد کو جمع کیا اور اس کا تجزیہ کیا۔ انھوں نے صلے کی تمنا سے بے پروا ہو کر حقائق پر مبنی دلائل سے پر مقالات اور کتب لکھیں۔ اس سلسلے میں انھیں مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا، اخبارات ورسائل نے ان کی تحریروں کی اشاعت سے انکار بھی کیا مگر وہ اپنے کام میں لگے رہے اور برصغیر پاک وہند کے معروف اور غیر معروف علمی مراکز اور کتب خانوں کے علاوہ انھوں نے لندن میں موجود ریکارڈ سے بھی استفادہ کیا اور سر سید کی تحریروں، تقریروں اور بیانات کی روشنی میں سر سید پر تحقیق کی۔ ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر انھوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اور توانائیاں صرف ایک موضوع پر تحقیق میں کیوں صرف کیں؟ اس حوالے سے محمود الحسن لکھتے ہیں:

"سر سید احمد خان کی ذات سے دلچسپی اور اسے موضوعِ تحقیق بنانے کا خیال انھیں ایم اے کے دوران سوجھا۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ان کے ایک استاد نے لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی کو ہدفِ تنقید بنایا۔ چند ہی روز قبل انھوں نے سر سید کی سوانح عمری "حیات جاوید" کو پڑھا تھا جس کے مصنف سر سید کے قریبی ساتھی اور ممتاز ادیب مولانا الطاف حسین حالی تھے۔ اس کتاب میں سر سید کے حوالے سے ایک تحریر تھی، جس میں لارڈ میکالے کی انھوں نے بہت زیادہ تعریف وتوصیف کی تھی۔ ضیاء الدین لاہوری نے لارڈ میکالے کے بارے میں سر سید احمد خان کے خیالات کو استاد کے گوش گزار کیا اور ان سے استفسار کیا

کہ آپ لارڈ میکالے کی مذمت کر رہے ہیں اور ادھر سر سید احمد خان اس کی شان میں رطب اللسان ہیں آخر کس کی بات کو صحیح مانا جائے؟ اس پر استاد نے سر سید کی مدافعت میں جو عذر تراشے وہ انھیں قائل نہ کر سکے۔ لارڈ میکالے کے بارے میں حیاتِ جاوید کا جو اقتباس انھوں نے اپنے استاد کے گوش گزار کیا تھا وہ انھوں نے ہمارے سامنے بھی بیان کر کے دم لیا۔"(۳)

محمود الحسن کی اس تحریر کے بعد یہ بات ہمارے سامنے آ جاتی ہے کہ ضیاء الدین لاہوری، سر سید احمد خان کی ذات اور ان کے افکار کے حوالے سے پائے جانے والے ابہام کو دور کرنا چاہتے تھے اور سر سید احمد خان کی ذات کو اس کے اصل رنگ میں دیکھنے کے خواہاں تھے۔ اسی لیے عمر بھر انھوں نے سر سید احمد خان کی ذات اور ان کی تحریروں کو اپنی تحقیق کا محور و مرکز بنائے رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے بعض دوسرے موضوعات پر بھی تحقیق کی مگر ان کا اصل موضوع تو سر سید شناسی ہے۔ ان کی اب تک درجن سے زائد تحقیقی کتب اشاعت کے مراحل سے گزر کر قارئین تک پہنچ چکی ہیں۔ ضیاء الدین لاہوری کی متعلقہ موضوع پر اب تک سات تحقیقی کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں اور محققین و ناقدین، دانش وروں، صحافیوں اور قارئین سے داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ آئندہ سطور میں ان کی تحقیقی کتب کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ سر سید کی کہانی، ان کی اپنی زبانی: ضیاء الدین لاہوری کا یہ پہلا تحقیقی شاہ کار ہے۔ اس کتاب کو ادارہ تصنیف و تحقیق، کراچی نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کے ۱۰۹ صفحات ہیں۔ اس کتاب کے تین مزید ایڈیشن ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء اور ۲۰۱۰ء شائع ہو چکے ہیں۔

یہ ایک اہم تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب میں سر سید کی شخصیت، ان کے افکار و نظریات ان کی تعلیمی مساعی اور انگریزی حکومت کے متعلق ان کے نظریات کو قارئین تک پہنچایا گیا ہے۔ اس کتاب کی تمام تحریریں فاضل مصنف نے سر سید احمد خان کے مضامین و مقالات سے حاصل کی ہیں۔ ضیاء الدین لاہوری نے بڑی محنت اور ایمانداری سے تمام مواد کو ترتیب دیا اور سر سید کی جو تصویر بنتی ہے وہ ایک عام نوجوان کی تصویر ہے جس کے اندر خیر و شر کی قوتیں موجود ہیں۔ ان اقتباسات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کس طرح سر سید نے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی کے لیے ذہنی طور پر تیار کیا اور مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کی بنیادوں کو کمزور کیا۔ تہذیب الاخلاق اور قرآن کی تفسیر لکھ کر مسلمانوں کو مسلم تہذیب و تمدن، قرآن اور اخلاقیات سے دور کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں حیات جاوید سے مختلف یادداشتوں اور سر سید کے مختلف خطبات اور بیانات سے اقتباسات لے کر سر سید احمد خان کی کہانی بیان کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے سر سید کی شخصیت کے جو پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں وہ بڑے فکر انگیز اور لائق مطالعہ ہیں۔

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کتاب کے مقدمے میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں:

> ''یہ تالیف جناب ضیاء الدین لاہوری کے ذوقِ علم و تحقیق کا چھوٹا سا نمونہ ہے .... یہ اُن کے معیارِ علم و نظر کی خوبی، موضوعات کی ندرت اور تالیف و تحریر کی دل نشینی ہے جس نے اہلِ علم کو اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ ...... اگرچہ زیرِ نظر تالیف ایک محدود دائرے میں اور چھوٹی سی کوشش ہے لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ اور گزشتہ دورِ سیاست کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والے طلبا اور عام قارئین میں مقبول ہوگی اور ایک حقیقت پسندانہ اندازِ فکر اور درست نقطۂ نظر کے قیام میں اِس کے مطالعے سے مدد ملے گی۔'' (۴)

۲۔خود نوشت حیات سرسید: یہ کتاب بھی سرسید پر تحقیق سے متعلق ہے۔اس کتاب میں ضیاء الدین لاہوری نے تمام کارآمد اور قیمتی معلومات اکٹھی کر دی ہیں۔انھوں نے نہ صرف سرسید احمد خان کی زندگی سے استفادہ کیا بلکہ اس دور کے اخبارات، خود نوشت تقاریر اور خطوط کو بھی کھنگال ڈالا، انھوں نے سرسید کی ایسی خودنوشت تیار کی ہے کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔مصنف نے اس کتاب میں حیات سرسید کے متعلق جو معلومات پیش کی ہیں وہ بیشتر ایسی ہیں جن سے اردو دنیا بے خبر تھی یا یوں کہہ لیجیے کہ اس ترتیب شدہ انداز سے بے خبر تھی۔انھوں نے جہاں سرسید کی قومی ملی، علمی اور ادبی خدمات کا تذکرہ کیا ہے وہاں سرسید کی انگریزوں اور انگریزی حکومت کے ساتھ وفاداری اور برطانوی مفادات کی حفاظت کے لیے کی گئی کاوشوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔اس کتاب میں سرسید کی ذات کے بہت سے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔فاضل محقق نے ان تمام معلومات کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے اکٹھا کر دیا ہے جو سرسید کی اپنی تحریروں اور اس دور کی کتب اور رسائل میں بکھری ہوئی تھیں۔انھوں نے اس بکھرے ہوئے مواد کو ایک خاص زمانی ترتیب دے کر پیش کیا اور ایک عمدہ مفید اور قابل قدر تحقیقی کتاب منظر عام پر لائے۔اس کتاب کو پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے سرسید احمد خود اپنی کہانی، اپنے حالات زندگی بیان کر رہے ہیں۔اس کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر تحسین فراقی رقم طراز ہیں:

> ''نہایت بیش قیمت معلومات سرسید کی اپنی تصانیف میں بکھری پڑی تھیں جنھیں یک جا کرنے کا خیال گوشہ نشین، درویش صفت اور بے باک نگار ضیاء الدین لاہوری کو سوجھا اور اُنھوں نے اسے سرسید کی خود نوشت سوانح کا روپ دے دیا۔ضیاء الدین لاہوری سرسید کے متخصص کی حیثیت سے اُردو دنیا میں خوب معروف ہیں۔اُنھوں نے مصلحتوں کی پروا کیے بغیر خود سرسید کی مختلف تصانیف اور اُن کی بعض سوانح سے ریزہ ریزہ معلومات اور اقتباسات چن کر اُن کو ایک عمدہ اور چشم کشا آپ بیتی کا روپ دیا ہے اور اس میں ایک ایسی

نامیاتی وحدت پیدا کر دی ہے کہ اُن کی اس مسیحائی پر اہلِ ادب کو حیرت ہو گی ۔ مجھے یقین ہے کہ جہاں ایک طرف یہ قابلِ قدر تالیف برِعظیم کی اِس انقلاب انگیز شخصیت کے غیر جانب دارانہ مطالعے میں بے حد معاون ہو گی وہیں مجھے اندیشہ ہے کہ سر سید کے بے مغز عشاق اور گنبد دستار کے لیے اینٹیں اکٹھی کرنے والے فتویٰ فروش دونوں کو یہ علمی کاوش ایک آنکھ نہیں بھائے گی مگر کیا کیا جائے ،حق تو ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے اور تلخی سے موافقت کیے بغیر تجلی کا ظہور ممکن نہیں ہوتا ۔"(۵)

۴۔خود نوشت افکارِ سر سید:ضیاء الدین لاہوری کی یہ کتاب بھی سر سید شناسی کے سلسلے کی کڑی ہے ۔اس کتاب میں انھوں نے سر سید کے حوالے سے اپنے خیالات وافکار کو پیش نہیں کیا بلکہ خود سر سید کے افکار اور خیالات کو پیش کیا اور سر سید کے اپنے افکار کے آئینے میں سر سید کی شخصیت کو قارئین کے سامنے لا کھڑا کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے پاکستان، ہندوستان اور برطانیہ کے بڑے بڑے علمی مراکز اور ان اداروں اور اشخاص سے استفادہ کیا جہاں سے انھیں متعلقہ مواد مل سکتا تھا۔انھوں نے تمام تحریری سرمائے کا بنظرِ عمیق جائزہ لیا اور پھر افکارِ سر سید کے بکھرے ہوئے حروف چن چن کر یہ تحقیقی شاہکار مرتب کیا جس کا ایک ایک لفظ صداقت پر مبنی ہے اور جسے تحقیق کے کڑے مراحل سے گزار کر قارئینِ ادب کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سر سید کے افکار اور ان کی سوانح کا دلچسپ اور حقائق پر مبنی مرقع ہے ۔فاضل محقق نے صحیح اور غلط سے بحث نہیں کی ۔انھوں نے سر سید کے اپنے خیالات وافکار کو جمع کر کے پیش کیا ہے اور سر سید کی شخصیت اور افکار پر خود کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کیا، بلکہ یہ کام قارئین کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سر سید کے حوالے سے کیا رائے قائم کرتے ہیں ۔اس قابلِ قدر تحقیقی کارنامے کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں:

"ضیاء الدین لاہوری کی حیثیت اس عہد کے تمام مؤلفوں اور مصنفوں سے قطعی مختلف ہے۔ اُن کے پیشِ نظر کسی نصابی کتاب کی تالیف نہیں تھی۔سر سید کے بارے میں اپنے افکار وخیالات کو تالیف کر دینے کے شوق میں انھوں نے قلم نہیں اٹھایا ۔تعلیم وتدریس کی کوئی ضرورت اس مشقت کے لیے اُن کی دامن کش نہیں ہوئی تھی ۔اُن کا مقصد سر سید کی عظمت کی تلاش اور اس عہد میں اُن کی معنویت کی دریافت تھی۔انھوں نے غلط اور صحیح سے بحث نہیں کی، جو کچھ ہے سر سید کی اپنی تقریر وتحریر اور الفاظ میں بیان کیا ہے۔اُن کی شخصیت کا ہر پہلو، اُن کے افکار وعقائد اور اُن کی سیرت کی ہر جہت اور اُن کی خدمات کے ہر گوشے پر اُن کی اپنی گواہی ہے اور سر سید جیسی عظیم علمی وعملی اور جامع جہات شخصیت کے بارے میں جو کچھ سوچا جا سکتا ہے وہ سب خود نوشت میں موجود ہے ۔"(۶)

۴۔نقش سرسید: ضیاءالدین لاہوری کی یہ کتاب بھی ان کی دوسری کتب کی طرح سرسید شناسی کے سلسلے کی ایک اوراہم کڑی ہے۔اس کتاب کے مندرجات کا مقصد سرسید کی ''اصل شخصیت،اصل افکاراوران کے تحقیقی رنگ، روپ'' کوقارئین کے سامنے لانا ہے۔اس سے قبل سرسید کی شخصیت اوران کے کارناموں پر بہت سی تحریریں لکھی گئیں لیکن وہ ایک خاص ذہنیت کی عکاس تھیں اوران تحریروں پر لاہوری صاحب کے بقول ''میڈ اِن علی گڑھ'' کی مہر ثبت ہے۔ضرورت اس امر کی تھی کہ سرسید کی ذات کو داستانوی ہیرو کی حیثیت سے متعارف کروانے کی بجائے ان کی حقیقی شکل میں پیش کیا جائے،ان کی شخصیت پر پڑے پردوں کو ہٹایا جائے،تضاد بیانی کو دور کیا جائے اورعقیدت کی عینک اتارکران کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے۔اس کام کا بیڑا ضیاءالدین لاہوری نے اٹھایا اور متعلقہ موضوع پر تحقیق کا حق ادا کردیا۔فاضل محقق سرسید کی شخصیت کااصل رخ ان کی اپنی تحریروں اورتقریروں کی بنیاد پر سامنے لائے،جواس معروف شخصیت کی ضد ہے۔سرسید احمد خاں جہاں انگریزی حکومت کی طرف سے انعام واکرام ملنے پر شاداں وفرحاں ہیں وہاں انگریزی حکومت کے استحکام کے خواہشمند بھی ہیں۔فاضل محقق نے اپنی تحقیق کی بنیاد صداقت پر رکھی ہےاور کوئی غیر مستند تحریر اپنی کتاب میں شامل نہیں کی۔اس کتاب پر رائے دیتے ہوئے محمد ابراہیم فانی رقمطراز ہیں:

> ''بلاشبہ اِس کتاب میں بعض ایسے حقائق ہیں جوکہ سرسید احمد خاں کے عقیدت مندوں کے لیے تلخ ہوں لیکن حقائق حقائق ہیں، اُن سے انکارنہیں اورنہ ہی اِس سے چشم پوشی کرکے اِس کی نوعیت بدل سکتی ہے۔مصنف نے انتہائی عرق ریزی سے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا ہےاورسرسید احمد خاں کے افکارونظریات کانقش خود اُن کی تحریروں اورمضامین کے حوالے سے پیش کیا ہے۔تحقیق وتنقیداورریسرچ کے حوالے سے کتاب کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں''۔(۷)

۵۔سرسید احمد خان اوران کی تحریک،نقد ونظر کی میزان میں: ضیاءالدین لاہوری وہ خاص محقق ہیں جن کے پاس سرسید کی تمام تحریریں اوران کی کتب کے تمام ایڈیشن موجود ہیں۔یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جوشاید کسی اور جگہ موجود نہ ہو۔انھوں نے عمر بھر متعلقہ موضوع پر تحقیق کی اور بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کرکے اپنی تحقیق کو قارئین کے سامنے پیش کیا۔انھوں نے سرسید پر لکھتے وقت جس وقت نظری اور وسعت مطالعہ کا ثبوت دیا اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔انھوں نے حیاتِ سرسید اوران کی فکراورکارناموں کے ایک ایک پہلو کا بہ نظر عمیق جائزہ لیااورنتائج کواپنی تحقیقی کتب کی صورت میں پیش کیا۔

اس کتاب کے حوالے سے محمد ریاض درانی نے اِن خیالات کا اظہار کیا ہے:

> ''جنابِ ضیاء الدین لاہوری سر سید احمد پر متخصص کا درجہ رکھتے ہیں۔انھوں نے سر سید احمد خاں پر لکھتے ہوئے جس دقتِ نظر اور وسعت مطالعہ کا ثبوت دیا ہے، وہ اُردو زبان میں اپنی مثال آپ ہے۔آپ نے سر سید کی زندگی، فکر، کاموں اور کارناموں ہر شے اور ہر شعبے پر دادِ تحقیق دی ہے۔انھوں نے یہ کام نہ تو کسی یونیورسٹی میں بیٹھ کر کیا ہے، نہ یونیورسٹی کی کسی ڈگری کے حصول کے لیے، اس کے باوجود اُن کا کام یونیورسٹیوں کے سکالرز کے لیے ایک نمونہ اور معیار بن سکتا ہے اور بننا چاہیے۔''(۸)

۲۔آثارِ سر سید: یہ کتاب بھی ضیاء الدین لاہوری کا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے۔انھوں نے سر سید کی شخصیت اور ان کے افکار و خیالات پر تحقیق کی۔اس کتاب میں محقق نے سر سید احمد خاں کی اپنی تحریروں اور خودنوشتوں کی روشنی میں سر سید کی شخصیت اور افکار کو آشکار کیا ہے اور سر سید کی ذات کا اصل رخ قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔پہلا باب سر سید کے عشاق کے لکھے ہوئے مضامین کے تحقیقی وتنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔دوسرے باب میں سر سید کی ذات پر لگائے جانے والے الزامات اور ان کی ذات کے حوالے سے موجود مغالطوں کی تردید اور نشاندہی کی گئی ہے۔تیسرے باب میں سر سید کے افکار کو سر سید ہی کی زبان میں پیش کیا گیا ہے جبکہ چوتھے باب میں سر سید اور ان کے ساتھیوں کے ان افکار کو پیش کیا گیا ہے جو خلافِ عقل و دانش بھی ہیں اور دوراز کار بھی۔فاضل محقق نے اپنی تحقیق سے جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ ان لوگوں کے لیے تو قابل قبول نہیں ہیں جو سر سید کی شان میں ہر وقت رطب اللسان رہتے ہیں مگر جو بھی بیان ہوا وہ حقائق پر مشتمل ہے اور اس کی تردید ممکن نہیں۔اس کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی رائے ہے:

> ''ضیاء الدین لاہوری ایک عجیب شخص ہیں۔انھوں نے سر سید احمد خاں کی زندگی اور ان کے کارہائے خاص پر تحقیق کو اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا ہے۔انھوں نے اُن سینکڑوں کتابوں اور جرائد کی ورق ریزی کی ہے جن میں سر سید احمد خاں کے متعلق کچھ بھی تذکرہ ہے۔ان کی لائبریری میں سر سید کی تمام کتب اور ان کی مختلف اشاعتیں موجود ہیں۔ان کے زندگی بھر کے اس ولولے کے نتائج پانچ کتابوں کی صورت میں طبع ہو چکے ہیں۔میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اُن افراد کی سماعت کے لیے خوشگوار نہیں ہوسکتا جو سر سید کو اعلیٰ سطح کی توقیر کے لائق گردانتے ہیں اور یہ صورت حال اس معاشرے میں قطعی عجیب محسوس ہوتی ہے جس

کے افراد نے، اس بات سے قطع نظر کہ وہ بہ ہر حال ایک بشر تھے، ان کا ایک بت تراش رکھا ہو اور اُسے پوجتے ہوں۔''(۹)

۷۔کتابیات سر سید:ضیا ءالدین لاہوری کی تحقیق کا محور و مرکز سر سید احمد خان کی ذات، ان کی تحریریں اور افکار و خیالات ہیں۔انھوں نے اپنے قیام لندن ۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۷ء کے دوران لندن کے معروف علمی مراکز انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم لائبریری، رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری اور لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کی لائبریریوں میں سر سید کی بہت سی کتب کے اولین ایڈیشن دیکھے اور ان کا مطالعہ کیا اور اپنی تحقیق کے نتائج اپنی تحقیقی کتب کی صورت میں پیش کیے اور کتابیات سر سید کو ترتیب دیا۔

اس کتاب میں فاضل محقق نے لندن کی لائبریریوں میں موجود سر سید احمد خان کی کتب (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کے تراجم اور بعض قدیم اشاعتوں کے سرورق بھی شامل کیے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور ان میں شائع شدہ تحریروں کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ان کے خطوط اور تقاریر کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ان کے خطوط، تقاریر کے مجموعوں اور تحریروں کے انتخابات کو بھی شامل کیا ہے۔فاضل محقق نے سر سید کی کتب کے جملہ ایڈیشنوں کا احاطہ کر کے انھیں اس کتابیات میں شامل کیا ہے۔ بہت سی کتب کے اولین ایڈیشنوں کے سرورق کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔ فاضل محقق نے یہ اشاریہ بڑی محنت اور عرق ریزی سے ترتیب دیا ہے۔اس کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''جناب ضیا ءالدین لاہوری شاید اُردو کے واحد محقق ہیں جنھوں نے مختلف موضوعات پر مغز کھپائی کرنے کی بجائے صرف ایک موضوع کو تاریخ اور زمانے کی گہرائیوں سے تلاش کرنے کا فریضہ اختیار کر رکھا ہے اور یہ موضوع ہے ''سر سید احمد خان'' --ضیاء الدین لاہوری کو کچھ عرصے کے لیے لندن میں قیام کا موقع ملا تو انھوں نے انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم، رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور لندن یونیورسٹی کے سکول آف اورینٹل سٹڈیز کی لائبریریوں میں سر سید کی بہت سی کتابوں کے اولین ایڈیشنوں کا مطالعہ کیا اور ان سے نتائج اخذ کیے جو اُن کی تحقیقی کتابوں میں چھپ چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب کا عنوان ''کتابیات سر سید'' ہے اور اس میں متذکرہ لندنی اداروں سے حاصل کی گئی معلومات کی روشنی میں سر سید کی کتابوں کا ایک مستند اشاریہ تیار کیا گیا ہے۔فاضل محقق نے یہ کتابیں زمانی ترتیب سے پیش کی ہیں تا کہ اہل نظر سر سید کی ذہنی اور فکری تبدیلیوں کا اندازہ لگا سکیں۔اتنی جامع اور مستند کتابیات سر سید پہلے شائع نہیں ہوئی اور فاضل مؤلف کی محنت ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔''(۱۰)

ضیاء الدین لاہوری نے عمر بھر سرسید کی شخصیت اور ان کی تحریروں پر تحقیق کی۔ ان کا کہنا ہے کہ سرسید کو آج تک اس طرح پیش نہیں کیا گیا جس طرح کہ پیش کیا جانا چاہیے تھا۔ ان کے افکار و خیالات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کیا جاتا رہا۔ سرسید کے حوالے سے لکھنے والے دو طبقے ہمیشہ موجود رہے۔ ایک طبقہ وہ جس نے حمایت میں لکھا اور اعتدال کی حد کو برقرار نہ رکھا، دوسرا طبقہ وہ جس نے مخالفت میں لکھا اور اعتدال کو قائم رکھنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ دونوں طبقوں کا رویہ نامناسب تھا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ سرسید کی شخصیت کا جائزہ ان کے افکار و خیالات کی روشنی میں لیا جاتا اور ان کو اُسی طرح پیش کیا جاتا جیسا کہ وہ تھے۔ ضیاء الدین لاہوری نے تحقیق کر کے سرسید کے اصل خیالات اور ان کے حق اور مخالفت میں لکھے گئے مواد کو یکجا کر دیا ہے اور فیصلہ قاری کی ذات پر چھوڑ دیا ہے۔ ضیاء الدین لاہوری نے جو بھی بات کی ہے وہ سند اور حوالے کے ساتھ کی ہے، یوں ان کا تحقیقی رویہ قابلِ داد اور قابلِ توجہ ٹھہرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) پروفیسر امجد علی شاکر کے ساتھ ایک مصاحبہ، لاہور: ۳ جنوری ۲۰۱۶ء

(۲) ضیاء الدین لاہوری، نقشِ سر سید، لاہور: جمعیۃ پبلیکیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱

(۳) محمود الحسن، روزنامہ ایکسپریس، لاہور: ۱۵ دسمبر ۲۰۱۰ء، ص ۱۲

(۴) ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، مقدمہ سرسید کی کہانی، ان کی اپنی زبانی (مرتبہ) ضیاء الدین لاہوری، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۳۵۔۳۴

(۵) ڈاکٹر تحسین فراقی، حرفِ چند، خود نوشت حیات سر سید (مرتبہ) ضیاء الدین لاہوری، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴

(۶) ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، حرفِ چند، خود نوشت افکارِ سرسید، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۱۷۔۱۶

(۷) محمد ابراہیم فانی، اکوڑہ خٹک، ماہنامہ، الحق، جون ۱۹۹۹ء، ص ۷

(۸) محمد ریاض درانی، عرضِ ناشر، سرسید اور ان کی تحریک نقد و نظر کی میزان میں (مرتبہ) ضیاء الدین لاہوری، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱

(۹) ڈاکٹر رؤف پاریکھ، روزنامہ ڈان، کراچی: ۱۹ فروری ۲۰۰۸ء

(۱۰) ڈاکٹر انور سدید، روزنامہ، نوائے وقت، لاہور: ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء